SHEHRI

شہری

برائے بہتر ماحول

جنوری تا مارچ ۱۹۹۹ء

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہریوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو شعور رکھتا ہو، وہ یقیناً دنیا کو بدل سکتا ہے..... مارگریٹ میڈ

اندر کے صفحات میں

- پبلک ٹرانسپورٹ
- شعبہ رہائش
- امن کانفرنس
- اوپی پی ماڈل
- صاف پانی کی فراہمی

کراچی میں میٹروپولیٹن پولیس نظام کی ضرورت

کولمبیا کے تجربات سے کس طرح استفادہ حاصل کیا جائے

چند ماہ قبل، شہری سی بی ای، سی پی ایل سی اور ایچ آر سی پی کے باہمی تعاون سے "اسلحہ سے پاک معاشرہ" کی مہم چلائی گئی تھی، اس کاوش کے مثبت نتائج سامنے آرہے ہیں، کراچی میں میٹروپولیٹن پولیس کے قیام پر غور و خوض کیا جارہا ہے، لیکن یہ نظام ایک مضبوط میٹروپولیٹن حکومت اور شہریوں کے تعاون کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتا

اکتوبر ۱۹۹۸ء کے آخر میں حکومت پاکستان نے کراچی میں سلامتی کی فضا اور حالات زندگی کو بہتر بنانے کے لئے ایک اصلاحی پیکج پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا۔

حکومت نے سب سے پہلے سندھ میں گورنر راج کا نفاذ کیا۔ وزیراعظم پاکستان کی صدارت میں ایک میٹنگ بلائی گئی جس میں امن و امان کی صورت حال پر بحث ہوئی اس میں یہ طے کیا گیا کہ اس سلسلے میں بین الاقوامی تنظیموں سے تعاون حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ان دوست ممالک سے بھی مدد حاصل کی جائے جنہیں ایسے ہی امن و امان کے حالات کا سامنا تھا۔ اس تعاون کے حصول اور رابطے کی ذمہ داری گورنر سندھ کو سونپی گئی۔ جو آئینی طور پر صوبے کے سربراہ ہیں وہ سی پی ایل سی کے بھی سربراہ ہیں۔

ان فیصلوں کی روشنی میں سی پی ایل سی نے اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام (UNDP) سے رابطہ کیا اور اس معاملے میں ان کی رہنمائی حاصل کرنا چاہی۔ گورنر سندھ جناب معین الدین حیدر اس سے پہلے یو این ڈی پی گورننس یونٹ کے سربراہ سے ان تجربات کے بارے میں بات چیت کرچکے تھے جو جمہوریہ کولمبیا میں امن کے عمل، جرائم کے خلاف منظم جنگ اور شہریوں کے تحفظ سے متعلق تھے۔

چنانچہ ایک مشن ۲۳ نومبر ۱۹۹۸ء کو کراچی پہنچا جو ڈاکٹر ڈاریو باربرینا کو آرڈی نیٹر ہائی کمیشن کے دفتر برائے امن پریزیڈنسی جمہوریہ کولمبیا (سابق ڈائریکٹر منصوبہ برائے قومی آباد کاری اور سابق سیکریٹری برائے عوامی سالمیت) مسٹر ایڈگر سوریزنشر ہائی کمیشن کے دفتر برائے امن۔ پریزیڈنسی جمہوریہ کولمبیا (سابق پولیس چیف) ڈاکٹر پال اوکوسٹ سربراہ گورننس یونٹ، یو این ڈی ایف، پاکستان پر مشتمل تھا۔

مشن کا بنیادی مقصد کراچی میں امن کے عمل کے لئے بین الاقوامی تجربات کو بنیاد بناتے ہوئے قومی کرداروں اور مفادات کے تناظر میں تجاویز مرتب کرنا تھا جائزے اور مشاہدے کے بعد کراچی میں ابتدائی رپورٹ تیار کی گئی جبکہ حتمی رپورٹ کولمبیا میں ۲۱ دسمبر ۱۹۹۸ء تک تیار ہونا تھی۔

۲۵ نومبر ۱۹۹۸ء کو سی پی ایل سی کے سربراہ جمیل یوسف نے کولمبین مشن کا تعارف پریس اور مشہور شہری تنظیموں اور ایجنسیوں سے کرایا۔ شہری سی بی ای بھی مدعو کئے جانے والے منتخب گروہ میں شامل تھا۔

کولمبین ماہرین سے بہت سے سوالات کئے گئے۔ ڈاکٹر ڈاریو باربرینا نے اس موقع پر اپنے مشن کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کولمبیا میں ہونے والے اپنے کام پر ایک نظر ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ "کولمبیا کا دارالحکومت بوگوٹا نوے لاکھ کی آبادی کا شہر ہے لیکن وہاں ۶۰ فیصد لوگ غیر قانونی طور پر آباد ہیں۔ بوگوٹا میں جب انہوں نے اپنا کام شروع کیا تو اس کا مقصد قانون کی حکمرانی کو قائم کرنا

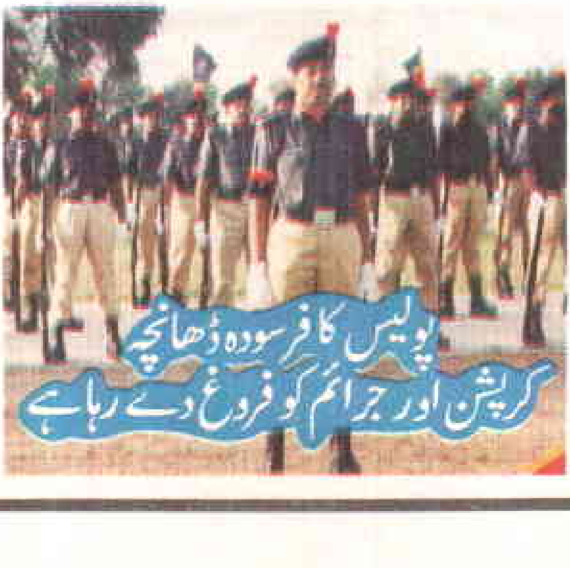

شہری

سی 206 بلاک 2- پی ای سی ایچ ایس
کراچی- پاکستان
ٹیلی فون / فیکس 92-21-453-0646
E-mail address:shehri @onkhura.com
(web site) URL:http://www. onkhura.com/shehri

ایڈیٹر : بینا صدیقی

انتظامی کمیٹی

چیئرپرسن : قاضی فائز عیسیٰ
وائس چیئرپرسن : وکٹوریہ ڈی سوزا
جنرل سیکریٹری : امبر علی بھائی
خزانچی : خطیب احمد
ارکان : نوید حسین، خطیب احمد، حنیف ستار

شہری اسٹاف

کوآرڈی نیٹر : سمیرہ منصور
اسسٹنٹ کوآرڈی نیٹر : محمد ریحان اشرف

شہری ذیلی کمیٹیاں

آلودگی کے خلاف : نوید حسین
تحفظ ورثہ : دانش آذر زوبی، سمیرا رحمٰن
میڈیا اور بیرونی روابط : سمیرا رحمٰن، محسن جعفری، فرحان انور
قانون : قاضی فائز عیسیٰ، امبر علی بھائی، رولینڈ ڈی سوزا، وکٹوریہ ڈی سوزا، خطیب احمد
پارکس اور تفریح : خطیب احمد
اسلحے سے پاک معاشرہ : نوید حسین، قاضی فائز عیسیٰ
مالی حصول : تمام ارکان

ذیلی کمیٹیوں کی رکنیت شہری برائے بہتر ماحول کے تمام ارکان کے لئے کھلی ہے- اس اشاعت میں شامل مضامین کو شہری کے حوالے کے ساتھ شائع کرنے کی اجازت ہے-
ایڈیٹر / ادارتی عملہ کا خبرنامہ میں شائع ہونے والے مضامین سے متفق ہونا ضروری نہیں-

لے آؤٹ اور ڈیزائننگ : زیڈ یو لالہ
پروڈکشن : انٹرپلس کمیونیکیشن

مالی تعاون : فریڈرک نومان فاؤنڈیشن

رکن IUCN
دی ورلڈ کنزرویشن یونین

مشن کا بنیادی مقصد کراچی میں امن کے لئے بین الاقوامی تجربات کو بنیاد بناتے ہوئے قومی مزاج اور مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے تجاویز پیش کرنا تھا

اور انصاف و مساوات کو یقینی بناتا تھا- کولمبیا میں قومی پولیس کو فوج کنٹرول کرتی ہے-

ڈاکٹر باربرینا نے کہا کہ "وہ میٹروپولیٹن سسٹم کے لئے کوشش کررہے تھے اس وقت میونسپلٹیاں خاص علاقوں میں پولیس نظام کی مالی ضروریات پوری کررہی ہیں جو میٹروپولیٹن پولیس کی جانب پہلا قدم ہے جو عوام کی دوست ہے اور ان کی ضروریات اور خدشات پر توجہ دیتی ہے-

بحران کی تاریخ بتاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کبھی پولیس مین اور اسکول کے اساتذہ عوامی عزت و توقیر کے نشان تھے- لیکن ۵۰ کے عشرے کے بعد سے پولیس پر سیاسی رنگ غالب آگیا کیونکہ اسے آنے والی ہر سیاسی حکومت نے اپنے مخالفین کو دبانے اور کچلنے کے لئے استعمال کیا- یہ سلسلہ مارشل لاء لگنے تک جاری رہا- اس کے ساتھ ہی دیگر مسائل بھی پیدا ہوئے جنہوں نے صورت حال کو مزید بگاڑ دیا- ان میں سیاسی تشدد، گوریلا لڑائی، ڈرگ مافیا اور معاشرتی تشدد شامل تھے-

اس وقت نظام میں سماجی ناہمواریاں موجود ہیں- یورپی اثرات سے متاثر طبقہ چھایا ہوا ہے اور سیاہ فام اور انڈین دبے ہوئے مظلوم طبقے ہیں- عوام کی اکثریت ثقافتی سرگرمیوں میں پناہ تلاش کرلیتی ہے-

ڈاکٹر باربرینا نے بتایا کہ "تقریباً" ۶ برس قبل بوگوٹا میں سالانہ نو ہزار قتل ہوتے تھے جن میں سے دس فیصد گوریلا تحریک کی سرگرمیوں سے متعلق ہوتے تھے- ۱۰ فیصد قتل منشیات کے گروہ کی آپس کی لڑائیوں کا شاخسانہ ہوتے اور ۸۰ فیصد عام جرائم تھے- ہائی کمیشن برائے امن کی کوششوں اور شہری معاشرے کے تعاون کی بدولت گزشتہ برس اس شرح کو ۲۸۰۰ تک لایا گیا-

معاشرے کو اسلحہ سے پاک کرنے کے پروگرام میں اور کرپشن و بدعنوانی کی سطح کو کم کرنے کی کوششوں میں شہری معاشرے کی سرگرم شمولیت سب سے بنیادی اور اہم عامل ہے- بوگوٹا شہر کو ۲۰ سب ڈویژنوں میں تقسیم کردیا گیا ہے تاکہ مرکزیت کو مزید کم کیا جائے اور کمیونٹی کی ترقی اور شمولیت کے عمل کو آگے بڑھایا جائے-

ڈاکٹر باربرینا نے ایک دلچسپ حقیقت کو یہ کہہ کر اجاگر کیا کہ کاروباری و تجارتی گروہوں نے بھی آبادکاری کے عمل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا- کالی ایریا میں کاروباری سرگرمیوں نے ایک ایسے شرپسند علاقے میں آبادکاری کے لئے کام کیا جہاں کو لمپن معاشرے کے کم حیثیت طبقے رہائش پذیر تھے-

ڈاکٹر ڈاریو باربرینا نے کولمبیا میں اٹھائے جانے والے مختلف نئے اقدامات کی نشاندہی کی- انہوں نے بتایا کہ انکا گواہوں کا حفاظتی پروگرام نہایت کامیاب ثابت ہوا ہے- اسی طرح جج بغیر شناخت کا پروگرام بھی بہت کامیاب رہا- مقامی عدالتوں کو متعارف کرانے کا تجربہ بھی مثبت نتائج پیدا کرنے کا باعث بنا-

ڈاکٹر باربرینا نے اس سلسلے میں این جی اوز کے مثبت کردار پر بہت زور دیتے ہوئے کہا کہ "۱۹۹۴ء میں این جی اوز کے دباؤ پر نیا آئین پاس ہوا- کولمبیا میں بلدیات کے انتخابات کے موقع پر امن کے لئے ووٹ لیا گیا کیونکہ این جی اوز کی طرف سے اس سلسلے میں بہت دباؤ تھا- انہوں نے یہ بھی کہا کہ اب این جی اوز بلدیاتی بجٹ کا دس سے پندرہ فیصد حصہ خرچ کرسکتی ہیں-

انہوں نے ایک کیس کا خصوصی تذکرہ کیا جب ایک لڑکی کی موت پولیس اسٹیشن میں واقع ہوئی تھی جس کے نتیجے میں ایک کمیشن قائم ہوا اور پولیس کی اصلاح کے

باقی صفحہ ۴ پر

مجوزہ کراچی میٹروپولیٹن پولیس

ڈپارٹمنٹ کی نمایاں خصوصیات

کے ایم پی ڈی (کراچی میٹروپولیٹن پولیس ڈپارٹمنٹ) کا سربراہ انسپکٹر جنرل پولیس ہوگا۔

کے ایم پی ڈی کا سربراہ پبلک سیفٹی کمیشن کو جواب دہ ہوگا یہ کمیشن مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل ہوگا۔

۱) وزیراعلیٰ یا ان کا نامزد کردہ فرد کمیشن کا چیئرمین ہوگا۔

۲) قائد حزب اقتدار کی جانب سے نامزد کردہ حکومتی ارکان میں سے ایک صوبائی رکن اسمبلی۔

۳) قائد حزب اختلاف کی جانب سے نامزد کردہ حزب اختلاف کے اراکین میں سے ایک رکن صوبائی اسمبلی۔

۴) گورنر کی جانب سے نامزد کردہ پانچ نمایاں ماہرین

۵) سی پی ایل سی کا سربراہ بہ حیثیت سابق سرکاری رکن

کمیشن بذات خود ایک ایسی تنظیم ہوگی جو وزیراعلیٰ (صوبائی حکومت) کے کنٹرول اور رہنمائی میں کام کرے گی۔ وزیراعلیٰ یا اس کے نامزد کردہ فرد کو کمیشن کی سربراہی کے لئے تجویز کیا گیا۔

یہ توقع ہے کہ کمیشن اپنی سالانہ کارکردگی کو صوبائی اسمبلی میں پیش کرے گا تاکہ اس کا جائزہ لیا جائے اور مستقبل کے لئے رہنمائی کی جائے۔ امن وامان کو برقرار رکھنے کی ذمہ داریاں بدستور صوبائی حکومت کے ذمہ ہوں گی۔

مجوزہ نظام پبلک سیفٹی کمیشن کے ذریعے صوبائی حکومت کا ایک واحد کنٹرول نظام مہیا کرتا ہے۔ اراکین انفرادی طور پر کام کرنے کی بجائے ایک متحدہ تنظیم کے طور پر کام کریں گے۔

- کسی بھی نظام میں پولیس کے بدعنوان اور نااہل اراکین کی چھان بین ایک ضرورت ہے۔ میٹروپولیٹن پبلک سیفٹی کمیشن کے تحت ایک بہتر طریقہ کار مہیا ہوگا۔

- اقتدار کی ایک سادہ پیمائش کی زنجیر کے ذریعے تمام سطحوں پر جانچ اور توازن کو تجویز کیا گیا ہے۔

- میٹروپولیٹن پولیس ایکٹ ایک آزاد استغاثہ کی خدمات کی تخلیق پر غور کرے گا۔

- مجوزہ میٹروپولیٹن ایکٹ غیر قانونی اجتماع اور جلوس سے نمٹنے کے لئے پولیس افسران کی ذمہ داریوں اور اختیارات کو واضح کرے گا۔

- پینل کوڈ میں ضروری ترمیمات کی بھی تجویز پیش کی گئی ہے۔

- مجوزہ نظام مجسٹریٹ کے صرف ایسے اختیارات کے ایم پی ڈی کے پولیس افسران کو دے گا جو غیر قانونی اجتماع اور احتجاج سے نمٹنے کے لئے ضروری ہوں گے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے دیگر اختیارات مجاز عدالتوں کو بھی حاصل رہیں گے۔

- کے ایم پی ڈی ریلیف کمشنر کے ساتھ مل کر مدد اور امداد فراہم کرے گا۔

- عدلیہ کی انتظامیہ سے علیحدگی ایک بین الاقوامی تسلیم شدہ اصول ہے یہ آئین میں بھی شامل ہے۔ کسی ایسے ملک میں اس اصول کے لاگو ہونے کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا جہاں انتظامیہ ٹوٹ پھوٹ چکی ہو۔ پولیس کا میٹروپولیٹن نظام بہت سے ممالک میں نہایت کامیابی سے کام کر رہا ہے۔

- ملزم کو انصاف دینے والے نظام کی اہل انتظامیہ کے لئے پولیس بھی نظام کو ایک اہل ذمہ دار اور آزاد (ماتحت نہیں) عدلیہ کی بہت ضرورت ہے۔

آئی جی پی سندھ کے مشورے سے پبلک سیفٹی کمیشن متوازی حرکت پذیری سے متعلق ضروری قوانین وضع کرے گا۔

اس نظام کو مندرجہ منصوبے کے تحت نافذ کیا جاسکتا ہے۔

پہلا مرحلہ

۱) کراچی میٹروپولیٹن پولیس ایکٹ/ آرڈی ننس کا نفاذ

۲) کراچی میٹروپولیٹن پبلک سیفٹی کمیشن کی تشکیل

۳) کے ایم پی ڈی کے سربراہ کا انتخاب اور عہدہ

۴) کے ایم پی ڈی کے ہیڈ کوارٹر میں کمیشن کے سیکریٹریٹ کا قیام

۵) پینل کوڈ شہادت ایکٹ ٹریفک قوانین میں ترمیمات تجویز کرنا اور متعلقہ قوانین کو بہتر بنانا

کے ایم پی ڈی کی کارگزار شاخوں مثلاً سی آئی ڈی' انتظامیہ' اسپیشل برانچ' سینٹرل ریزرو وغیرہ کی تنظیم

۷) کے ایم پی ڈی اور بقیہ سندھ پولیس کے درمیان اثاثوں اور قرضوں کی تقسیم

۸) کارگزار یونٹوں مثلاً پولیس اسٹیشنوں/ پولیس ڈویژنوں کی تنظیم نو

۹) مختلف یونٹوں میں خدمات سرانجام دینے کے لئے مطلوبہ افراد کی تعداد معلوم کرنا اور موجودہ انسانی اور مادی ذرائع کی تقسیم

۱۰) بدلتے ہوئے کردار اور رویوں کی تربیت فراہم کرنا

دوسرا مرحلہ

۱) بدعنوان اور نااہل عناصر کے مکمل خاتمے کے لئے انتہائی اقدامات اٹھانا

پولیس کی تنظیم نو کے لئے

i) کارگزار گاڑیوں کا حصول

ii) کمیونی کیشن اور کمپیوٹر آلات کا حصول

iii) فورنسک سائنس لیبارٹری کے آلات کا حصول

iv) فسادات' لڑائی جھگڑوں کے خلاف استعمال ہونے والے آلات' اسلحہ اور گولہ بارود کا حصول

۳) کراچی میٹروپولیٹن پبلک سیفٹی کمیشن کی طے شدہ پالیسی کے مطابق موجودہ خالی آسامیوں کے لئے بھرتی

۴) افسروں اور ماتحتوں کی شرح کی تصحیح کرنا

۵) جدید خطوط پر تربیت فراہم کرنے کے لئے تربیتی اسکولوں کا درجہ بڑھانا اور انہیں ضروری سازوسامان سے لیس کرنا

۶) کمپیوٹر نیٹ ورکنگ

۷) تمام موضوعات سے متعلق ڈیٹا بینک کو ترقی دینا

۸) کے ایم پی ڈی کے لئے فورنسک لیبارٹری کا قیام

تیسرا مرحلہ

۱) تیز ترین انصاف کی فراہمی کے لئے عدلیہ کی ازسرنو تنظیم

۲) جیلوں کی اصلاحات واز سرنو تنظیم

(نوٹ۔ کے ایم پی ڈی کے نمایاں پہلو روزنامہ ڈان مورخہ ۱۲ر اکتوبر ۱۹۹۸ء میں شائع ہونے والے مضمون بعنوان "مجوزہ میٹروپولیٹن پولیس سیٹ اپ" سے لئے گئے ہیں۔ اس میں تبدیلی آسکتی ہے۔ ایڈیٹر)

✠✠✠

بقیہ ⇦ میٹروپولیٹن پولیس

لئے تجاویز پیش کی گئیں۔ کاروباری و تاجر حضرات' ماہرین تعلیم' این جی اوز اور وکلا کو اس کیمشن میں نمائندگی دی گئی۔ کیمشن کی معلومات کے نتیجے میں ایک قانون تیار کیا گیا جس کے تحت پولیس کی مخصوص غلط کاریوں کی نشاندہی کی گئی۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہائی اسکول گریجویٹ ہی پولیس مین بننے کا اہل ہے۔

اس کے لئے علاوہ موجودہ اسٹاف کے لئے بالغ خواندگی کا پروگرام بھی شروع کیا گیا۔ کولمبیا میں فوجی سروس لازمی ہے۔ فوجی ملازمت کے متبادل پولیس سروس کا اختیار دیا گیا۔ اس پالیسی نے اچھا پس منظر رکھنے والے لاتعداد نوجوانوں کو پولیس کے شعبے کی جانب راغب کیا۔ پولیس مین کی تنخواہ کی سطح بھی بڑھائی گئی۔

ڈاکٹر ڈاریو نے تعلیمی اداروں کے کردار کو بھی سراہا۔ انہوں نے کہا کہ "جامعات پولیس کو معاشرے میں ان کے کردار کے بارے میں تعلیم دینے میں مصروف ہیں۔ پولیس اسٹاف بھی تعلیم و تربیت کے لئے جامعات میں جانے کا پابند ہے۔ ایک اسکول برائے پولیس تربیت بھی مکمل چکا ہے۔" ڈاکٹر ڈاریو نے کہا کہ کولمبیا میں حالیہ امن تحریک "جرائم کے خلاف اتحاد" کولمبیا کے معاشرے کے تمام طبقات کے سامنے دو سوال رکھے ہیں۔

۱) معاشرے کا ہر طبقہ امن کے عمل میں کس طرح شامل ہو سکتا ہے؟

۲) ۳۰ برس بعد وہ خود کو اور کولمبیا کو کہاں دیکھتے ہیں؟

ڈاکٹر ایڈگر سوئز نے بھی جاری امن پروگرام کو رائج کرنے کے طریقہ کار پر مختصر خطاب کیا۔ کولمبیا کے ماہر نے کہا کہ کراچی میں بھی شہری معاشرے کو عوامی اداروں کو ٹھیک کرنے کے لئے ہراول دستے کا کام انجام دینا چاہئے جو ایک عالمانہ اور ارتقائی عمل ہے۔

جناب جمیل یوسف نے کمیونٹی اور شہری تنظیموں کی اہمیت پر زور دیا اور کہا کہ کراچی میں مکمل طور پر بحالی امن کے لئے اسلحہ سے پاک کرنے کا عمل صرف ایک مختصر مدت کی پالیسی ہے۔ انہوں نے کراچی کے لئے ترقی و نشوونما پانے کی صلاحیت رکھنے والے جاپانی ماڈل کا بھی تذکرہ کیا اور کراچی میں ایک میٹروپولیٹن پولیس نظام کے قیام کی اشد ضرورت پر زور دیا۔

✠✠✠

مذاکرہ

کراچی میں شعبہ رہائش

گزشتہ دنوں شہری سی بی ای اور فریڈرک نومان فاؤنڈیشن کے تعاون سے مقامی ہوٹل میں کراچی میں رہائش کے شعبے پر ایک مذاکرہ منعقد کیا گیا- دیگر مقررین کے علاوہ مذاکرے سے کے ڈی اے کے ڈائریکٹر جنرل اللہ رکھا عاصی اور سندھ کچی آبادی اتھارٹی کے ڈائریکٹر جنرل تسنیم احمد صدیقی نے بھی خطاب کیا

تسنیم احمد صدیقی، ڈائریکٹر جنرل سندھ کچی آبادی اتھارٹی (ایس کے اے اے) نے کہا کہ ہمارا مقصد عوام کو قابل استطاعت مکانات کی فراہمی ہونا چاہئے۔ اس سیکٹر میں حکومت ایک اہم کردار ادا کرسکتی ہے اس سلسلے میں انہوں نے "خدا کی بستی" کی مثال دی جو حیدر آباد ڈویلپمنٹ اتھارٹی (ایچ ڈی اے) کا منصوبہ ہے جس میں عوام کو حکومت کی جانب سے سستے مکانات فراہم کیے گئے۔

کراچی کے رہائشی مسئلے پر غوروخوض

اللہ رکھا عاصی ڈائریکٹر جنرل (کے ڈی اے) نے اس بات سے اتفاق کیا کہ کے ڈی اے کو ہاؤسنگ سیکٹر میں ایک بہت زیادہ فعال کردار ادا کرنے کی ضرورت تھی۔ انہوں نے کہا کہ وہ معاشرے کے ہر طبقے سے مشورے اور تجاویز کو قبول کریں گے کہ کے ڈی اے کی کارکردگی کو کس طرح بہتر بنایا جاسکتا ہے تاکہ وہ عوام کی خواہشات اور امنگوں کا ساتھ دے سکے۔

فردوس شمیم نقوی نے ایسوسی ایشن آف بلڈرز اینڈ ڈویلپر (آباد) کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا کہ کچی آبادیوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کے بجائے ان میں کمی کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے اس حقیقت پر اظہار افسوس کیا کہ کراچی میں سالانہ ۷۰ لاکھ مکانات کی ضرورت ہوتی ہے لیکن ہر سال صرف ۵۰ ہزار نئے مکانات تعمیر ہوتے ہیں۔

انہوں نے آباد کے کردار کا تفصیلی جائزہ لیا اور بلڈرز کو درپیش مسائل کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں کوئی قابل قبول قومی ہاؤسنگ پالیسی نہیں ہے۔ کراچی کے علاوہ ملک میں حکومت کے پاس بہت کم زمین تھی۔ چنانچہ بلڈرز کو تعمیر کرنے سے پہلے بہت زیادہ قیمت پر زمین خریدنی پڑتی ہے جس کی بنا پر ہاؤسنگ یونٹ کی قیمت خود بخود بڑھ جاتی ہے۔

ایک اور مسئلہ بنیادی ڈھانچے کی غیر موجودگی ہے۔ کراچی میں لاتعداد شعبے اور ایجنسیاں کام کررہی ہیں جن کی بدولت بہت سے منصوبے ناکام ہوجاتے ہیں کیونکہ مختلف شعبوں کا آپس میں ٹکراؤ ہے۔ انہوں نے اسکیم نمبر ۳۳ کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ اس کے فیل ہونے کی وجہ کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ اور کے ڈی اے کے درمیان عدم تعاون ہے۔ آج تک اسکیم نمبر ۳۳ میں کوئی اسٹیشن قائم نہیں ہوا ہے۔

جناب نقوی نے ہاؤسنگ سیکٹر کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے مختلف تجاویز پیش کیں۔ انہوں نے کہا کہ سب سے پہلے حکومت کو قیمت کی سطح کو کم کرنا

جناب شمیم فردوس، عبدالمعید خان، اللہ رکھا عاصی اور شمیم احمد صدیقی

فرحان انور اور پروین رحمٰن

مذاکرے کے حاضرین

چاہئے کیونکہ بنیادی ڈھانچے کی ترقی ہاؤسنگ کی سہولتوں کی ترقی سے مقدم ہے۔

جناب تقوی نے سیٹلائٹ ٹاؤن کی تعمیر کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ تعمیراتی سامان کی قیمت میں بھی کمی لانے کی ضرورت ہے۔ حکومت کو ہاؤسنگ سیکٹر کو ایک صنعت کی حیثیت سے تسلیم کرلینا چاہئے۔

جناب عبدالمعید خان ڈپٹی منیجنگ ڈائریکٹر (ایچ بی ایف سی) نے ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کے کردار اور ذمہ داریوں پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے ادارے کی مالی مضبوطی کی ضرورت پر زور دیا تاکہ ان کی خدمات آبادی کے ایک وسیع حصے تک پہنچ سکیں۔

محترمہ پروین رحمان ڈائریکٹر اورنگی پائلٹ پروجیکٹ (او پی پی) نے سیمینار کے شرکاء کو بتایا کہ عملی اصلاح میں اب رسمی اور غیر رسمی سیکٹروں میں کوئی فرق نہیں رہا ہے۔ اس وقت کراچی کی ۶۰ فیصد آبادی کچی بستیوں میں رہتی ہے۔ انہوں نے اورنگی جیسی جگہوں پر ہونے والی ترقیاتی پیش قدمی کو "عوامی متبادل" قرار دیا۔

پروین رحمان نے کراچی میں کچی آبادیوں میں اضافے کو تاریخی تناظر میں پیش کرتے ہوئے کہا کہ کچی آبادیاں ۱۹۴۷ء میں مہاجرین کی آمد کے ساتھ ہی وجود میں آگئی تھیں۔ جب لائنز ایریا' بزرٹا لائنز اور بیرکوں کو ہاؤسنگ کالونیوں

میں تبدیل کردیا گیا پھر ایوب خان کا دور آیا جب کورنگی' لانڈھی اور بلدیہ جیسی آبادیاں وجود میں آئیں جہاں صنعتی

کارکنوں نے رہائش اختیار کی۔ انہوں نے منصوبہ بندی کی چند غلطیوں کی بھی نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ کے ڈی اے کی میٹروویل جیسی اسکیم کا مقصد کم آمدنی والے طبقے کو رہائش فراہم کرنا تھا لیکن وہاں متوسط طبقے کے لوگوں نے رہائش اختیار کی۔ حکومت کے کردار کی غیر موجودگی میں دلال اور بلاک بنانے والے زمین اور تعمیراتی سامان کو فراہم کرنے والوں کا کردار ادا کررہے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ ان نام نہاد کچی آبادیوں میں ایک بہت بڑی رقم کی سرمایہ کاری کی گئی ہے کیونکہ اورنگی میں سات ہزار گلیوں میں سے چھ ہزار گلیاں سیوریج کا کام دے رہی ہیں۔ انہوں نے کچی آبادیوں کی صورت حال کو بہتر بنانے پر سندھ کچی آبادی اتھارٹی کے کردار کی تعریف کی اور غیر رسمی سیکٹر میں خدمات کی فراہمی میں ماہرین کی شرکت پر زور دیا۔

باقی صفحہ ۱۴ پر

مبارکباد

ڈاکٹر رینے کلاف پاکستان میں فریڈرک نومان فاؤنڈیشن (ایف این ایف) کے سابق کنٹری ریپریزنٹیٹو اب جرمنی کی اقوام متحدہ سے بہ حیثیت جنرل سیکریٹری منسلک ہوگئے ہیں۔ پاکستان میں ان کے قیام کے دوران ایک کامل شہری معاشرے کے لئے انفرادی و اجتماعی کوششوں کو متحرک کرنے میں شہری سی بی ای' ایف این ایف کی مقامی ساتھی ہونے کی حیثیت سے ان کے تجربے اور بصیرت سے حد درجہ مستفید ہوئی۔ ایف این ایف اور شہری کے درمیان مضبوط اور باہمی منفعت بخش شراکت برسوں پر محیط ہے جو ڈاکٹر کلاف کی کوششوں اور پیش قدمی کی مرہون منت ہے۔ شہری انتظامیہ اسٹاف اور اراکین جرمنی کی اقوام متحدہ کے جنرل سیکریٹری کا اہم عہدہ سنبھالنے پر انہیں دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں اور مستقبل میں ان کی کامیابی کے لئے دعاگو ہیں۔

ریحانہ افتخار

روٹی کپڑا اور مکان
مانگ رہا ہے ہندوستان
مانگ رہا ہے پاکستان

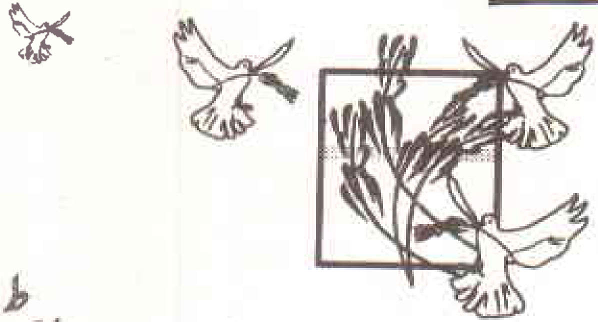

پاکستان اور بھارت اپنے ایٹمی ہتھیار تلف کر دیں

انسانی زندگی کے تحفظ کے لئے بالخصوص تیسری دنیا کے ممالک میں عوامی تحریکیں منظم کرنے کی ضرورت ہے

کراچی میں گزشتہ دنوں دو روزہ عالمی امن کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں جنوبی ایشیا میں ایٹمی ہتھیاروں کے خلاف عوامی رائے عامہ کو بیدار کرنے اور باہمی افہام و تفہیم کے پل تعمیر کرنے کے لئے مشترکہ جدوجہد کا اعلان کیا گیا۔ اس امن کانفرنس میں ملکی و غیر ملکی مندوبین نے شرکت کی جن کی تعداد چار سو سے زیادہ تھی۔ بھارت، بنگلہ دیش، نیپال، ہالینڈ، سری لنکا کے مندوبین کے علاوہ انٹرنیشنل فزیشن برائے ایٹمی عدم پھیلاؤ کے ایک وفد نے بھی کانفرنس میں شرکت کی۔ برطانیہ اور امریکہ سے بھی کچھ مندوبین اس کانفرنس میں شرکت کی غرض سے تشریف لائے تھے۔

امن کانفرنس کے انعقاد کا مقصد تشدد، علاقائی تنازعات، دفاعی اخراجات کے اسباب، شہری معاشرے میں عدم مساوات کی وجوہ، بھائی چارے، امن و انصاف اور گورننس پر بحث و مباحثہ اور امن کی تحریک کو توانائی فراہم کرنا تھا۔

پاکستان پیس کولیشن نے اس کانفرنس کو منعقد کیا تھا جو ہتھیاروں کی دوڑ کے خلاف ایکشن کمیٹی (آکار) کراچی۔ عوام کے حقوق کے لئے جوائنٹ ایکشن کمیٹی (جے اے سی پی آر) لاہور۔ شہری برائے امن (سی پی) پشاور۔ اور شہری امن کمیٹی (سی پی سی) راولپنڈی، اسلام آباد پر مشتمل ہے۔

کانفرنس میں بھارت، پاکستان، نیپال، بنگلہ دیش اور سری لنکا کے مندوبین کے درمیان دوستی، محبت اور بھائی چارے کے جذبات دیکھنے میں آئے۔ بھارتی مندوبین میں دو اراکین پارلیمنٹ بھی شامل تھے۔

ان میں سے ایک نرملا دیش پانڈے تھیں جو ایشیائی عوام کی تنظیم کی چیئرپرسن بھی ہیں۔ انہوں نے بھارتی عوام کی جانب سے اس دلی خواہش کا اظہار کیا کہ وہ ہر صورت میں پاکستان کے ساتھ امن چاہتے ہیں۔ جب سے دونوں ملکوں نے ایٹمی دھماکے کئے ہیں امن کی خواہش میں شدت آئی ہے۔ بھارت میں امن کے حامی لوگوں نے ایک نیا نعرہ ایجاد کیا ہے کہ ”روٹی، کپڑا اور مکان۔ مانگ رہا ہے ہندوستان۔ مانگ رہا ہے پاکستان۔“

نرملا دیش پانڈے گاندھی کے عدم تشدد کے نظریہ کی حامی ہیں انہوں نے امن کے ایسے متبادل کی ضرورت پر زور دیا جو تشدد سے پاک ہوں جو معاشرے کو درپیش مختلف مسائل کو حل کر سکیں۔

انہوں نے امن فوج کے خیال کو پیش کرتے ہوئے کہا کہ ناانصافیوں کے خلاف لڑائی کرنے کے لئے عدم تشدد پر مبنی ایسے متبادل طریقے تلاش کرنے ہوں گے جو بندوق کی جگہ لے سکیں۔ امن فوج تنازعات کو طے کرنے کے ساتھ معاشرے میں اندرونی امن کے قیام کے لئے بھی استعمال کی جا سکتی ہے اور یہ قوموں کے درمیان تنازعات کو طے کرنے میں بھی موثر ثابت ہو سکتی ہے۔

بھارتی رکن پارلیمنٹ نے یہ بھی کہا کہ مرد اور عورتوں کے ذہنوں کو بدلنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ تشدد سے پاک سیاست، معیشت اور سماج کو یقینی بنا سکیں۔ عدم تشدد کی ثقافت ہی قائم رہنے والے امن کی پیامبر ہوگی۔

نرملا پانڈے نے کہا کہ بھارت میں ایٹمی ہتھیاروں کے خلاف ایک امن مارچ کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔ تین ماہ تک جاری

> ایٹمی جنگ سے پیدا ہونے والی تباہی کو مدِ نظر رکھنا ہوگا کیونکہ انسانی غلطی کے خلاف کوئی ضمانت موجود نہیں ہے ایٹمی ہتھیاروں کی موجودگی ایک ریاست اور معاشرہ کو شدید نقصان پہنچاتی ہے

رہنے والا یہ مارچ بھارت کے مختلف شہروں سے گزرے گا۔ ایسے ہی ایک مارچ کا انعقاد دہلی سے کراچی تک کیا جائے گا تاکہ امن اور عدم تشدد کے لئے عوامی بیداری پیدا کی جاسکے۔

انہوں نے اس خیال کا بھی اظہار کیا کہ مذہبی برداشت اور بنیاد پرستی بھی دباؤ پیدا کرتے ہیں اس لئے مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کے درمیان مکالمہ بہت ضروری ہے تاکہ مختلف کیونٹی میں افہام و تفہیم پیدا ہو۔ انہوں نے ایک مہم اور جدوجہد کی ضرورت پر زور دیا جو افہام و تفہیم و میل ملاپ تخلیق کرے اور بنیاد پرستی کی قوتوں سے نبرد آزما ہوسکے۔

انہوں نے سماجی مساوات اور انصاف کے لئے بھی ایک عوامی تحریک کی ضرورت پر زور دیا تاکہ ہر ایک کے انسانی حقوق کو یقینی بنایا جاسکے۔

انہوں نے مزید کہا کہ ایٹمی ہتھیار اب حقیقت بن چکے ہیں لوگوں کو ایٹمی ہتھیاروں کے خطرات سے آگاہ کرنا اور ایک مضبوط و موثر امن تحریک کی تشکیل بہت ضروری ہے۔

کمیشن برائے حقوق انسانی کے ڈائریکٹر آئی اے رحمان نے اپنے خطاب میں کہا کہ پاکستان میں ریاست نے قومی سلامتی کے نام پر شہریوں کو رعایا کا درجہ دیا ہے ایسی صورت حال شاید علاقے کے دیگر ممالک میں بھی ہو۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ بھوکے رہیں۔ بیماری کو قبول کرلیں اور ناخواندہ رہیں کیونکہ ہمارے پاس جو بھی ذرائع ہیں انہیں ہتھیار خریدنے کے لئے استعمال کرنا ضروری ہے جنہیں قومی سلامتی کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے۔ ہمیں یہ حکم دیا جاتا ہے کہ ان شہری آزادیوں کو بھول جائیں جن کے لئے ہم نے غیر ملکی حکمرانوں سے جنگ کی تھی۔ ہم جابرانہ قوانین کے خلاف آواز نہ اٹھائیں کیونکہ یہ سلامتی و تحفظ کی قیمت ہے اور یہ قیمت ہم نے خوشی سے ادا بھی کی ہے۔ نتیجے میں پاکستان کے پاس ایک نکاتی ایجنڈا ہے اور وہ یہ ہے کہ غیر ممالک سے قرضے کیسے حاصل کریں اور انہیں ادا کرنا کس طرح بھولیں۔

دونوں ملکوں نے جب سے ایٹمی دھماکے کئے ہیں ایٹمی تنازعہ کے خطرات بڑھ گئے ہیں۔ ایٹمی جنگ سے پیدا ہونے والی تباہی کو مدنظر رکھنا ہوگا کیونکہ انسانی غلطی کے خلاف کوئی ضمانت موجود نہیں ہے۔ ایٹمی ہتھیاروں کی موجودگی ایک ریاست اور شہری معاشرے کو شدید نقصان پہنچاتی ہے۔ ایٹمی قوت بننے سے پاکستانی معیشت بری طرح متاثر ہوئی ہے لیکن جیسے جیسے امیر ملکوں کی عاید کردہ پابندیوں کا دباؤ کم ہوگا ایٹمی صلاحیتوں میں اضافے کی دوڑ دوبارہ شروع ہوجائے گی اور قومی دولت میں عوام کا حصہ کم سے کم تر ہوتا جائے گا اس صورت حال کے تناظر میں دیکھا جائے تو پاکستان میں مضبوط حاکمانہ رویوں کو جلا ملے گی۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو اور کھلی چھٹی مل جائے گی اور غیر مراعات یافتہ طبقوں کے درمیان مزید فرق پیدا ہوگا اور عوام کی غربت میں مزید اضافہ ہوگا۔

رحمان صاحب نے یہ بھی کہا کہ پاکستان میں سیاسی مخالفین کے خلاف تشدد کا استعمال نیا نہیں ہے۔ ہمیں اس وقت تشدد کا سامنا کرنا پڑا جب ہم نے بنگالیوں کے جائز مطالبات کی حمایت کی تھی یہ ہی چیز بلوچستان، سرحد اور سندھ میں ہورہی ہے یہی وجہ ہے کہ لاقانونیت میں اضافہ ہوا ہے اور قانون کی حکمرانی ختم ہورہی ہے اب ایک عام آدمی بھی دوسرے آدمی کے خون کا پیاسا ہوگیا ہے۔ خوف اور دہشت کے ذریعے حکومت کرنے کا خیال شہری معاشرے کو اپنا کردار ادا کرنے کے لئے بہت کم جگہ فراہم کرتا ہے چنانچہ شہری معاشرے کے ادارے ایک ایک کر کے تباہ ہو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ امن، جمہوریت اور انسانی حقوق کی چھتری تلے ریاست کی دوبارہ تعمیر ضروری ہے اور شہری معاشرے کی حاکمیت کو دوبارہ قائم کرنا بھی لازمی ہے ان مقاصد کے حصول کے لئے تمام ملکوں کے عوام کی مشترکہ جدوجہد کی ضرورت ہے۔

پی پی سی کے کنوینر بی ایم کٹی نے اپنے خطاب میں کانفرنس کے انعقاد کے بارے میں کہا کہ یہ کانفرنس امن کی ثقافت کو فروغ دینے اور تشدد کے خاتمے اور علاقائی و بین الاقوامی تنازعات میں جنگ کے خطرات کو ختم کرنے کی خواہش ہے۔

> **امن کانفرنس کے انعقاد کا مقصد تشدد کے خاتمے اور علاقائی و بین الاقوامی تنازعات میں جنگ کے خطرات کو ختم کرنے کی خواہش ہے**

سندھ کے بزرگ دانشور اور ترقی پسند سیاست دان سوبھوگیان چندانی نے خدشہ ظاہر کیا کہ حکومت ملک میں طالبان طرز کا نظام مسلط کرنا چاہتی ہے۔ انہوں نے مذہبی اور دیگر بنیاد پرست عناصر کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ عوام کو ان صوفی حضرات کی تعلیمات سے سبق لینا چاہئے جنہوں نے علاقے میں اسلام کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

انٹرنیشنل فزیشنز برائے ایٹمی عدم پھیلاؤ کی وائس چیرمین ڈاکٹر میری ایشفورڈ نے مسئلہ کا بین الاقوامی تناظر میں جائزہ لیا۔ ان کے دو ساتھیوں نے ایٹمی ہتھیاروں کی تباہ کاریوں کے بھیانک اثرات کا بھی تفصیلی ذکر کیا۔

افتتاحی اجلاس کے بعد مختلف ورکنگ گروپوں نے مسائل پر بحث کی۔ جن موضوعات پر ورکنگ گروپ نے بحث کی ان میں سلامتی اور ہتھیاروں کا عدم پھیلاؤ، جنگ و امن کی معیشت، ابلاغ میں امن کی سیاست، آرٹ کلچر اور امن، جنسی تفریق اور فوج، امن کا فروغ، امن کی تعلیم، علاقائی تنازعات، شمال کا کردار اور امن کی بین الاقوامی تحریکیں اور مزدور تحریک میں امن کی سیاست شامل تھے۔

کانفرنس کے دونوں روز شرکاء کے لئے رنگارنگ ثقافتی پروگرام بھی پیش کئے گئے۔ نظمیں پڑھی گئیں۔ سندھ کے صوفی شعراء کا کلام پڑھا گیا۔ سندھ اور لیلھوی کے مشہور لوک رقص اور گیت بھی پیش کئے گئے۔ مشہور پاپ میوزک گروپ جنون نے بھی شرکاء کو اپنے فن سے محظوظ کیا۔ شیما کرمانی نے یہ تمام ثقافتی پروگرام بہت محنت اور کامیابی سے مرتب کئے۔ خود انہوں نے بھی اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ایک خوبصورت رقص پیش کیا۔

پاکستان امن کانفرنس کے دوسرے دن کانفرنس کے شرکاء نے یہ مطالبہ کیا کہ پاکستان اور بھارت کو اپنے تمام ایٹمی ہتھیار اور میزائل تباہ کردیں۔ وہ نہ صرف سی ٹی بی ٹی پر دستخط کریں بلکہ آپس میں جنگ نہ کرنے کا معاہدہ بھی کریں۔

باقی صفحہ ۳۳ پر

ایٹمی دھماکوں کے شور میں امن کا ترانہ

پاکستان اتحاد برائے امن کی کامیابی انسانیت کی کامیابی

ہندوستان نے مئی 1998ء کو دوسری بار زیرزمین ایٹمی تجربات کیے۔ اس کے جواب میں پاکستان نے بھی یہی راستہ اپنایا۔ ان تجربات نے نہ صرف علاقائی کشیدگی میں اضافہ کیا بلکہ عالمی امن کے لئے بھی خطرہ بن گئے۔

ایٹمی ہتھیاروں اور بڑی طاقتوں کی حیثیت کے بارے میں کیے گئے علاقائی اور عالمی پروپیگنڈہ کے ذریعہ عوام کے جذبات کو اس طرح متاثر کیا گیا کہ لوگوں نے ان دھماکوں پر خوشی کا اظہار بھی کیا۔ لیکن جنوبی ایشیاء کے بہت کم لوگوں کو یہ معلوم تھا کہ ایٹمی ہتھیار کس طرح روایتی ہتھیاروں سے مختلف اور خطرناک ہوتے ہیں اور ان ہتھیاروں، تجربات اور استعمال کے باعث معصوم لوگوں اور ماحول پر کس طرح کے تباہ کن اثرات مرتب ہوں گے اس کے علاوہ ایٹمی ہتھیاروں کی دوڑ شروع ہونے سے سیاسی شہری اور معاشی حقوق کس طرح متاثر ہوتے ہیں، اس پر بہت کم توجہ دی گئی۔

ایٹمی تجربات کے بعد پاکستانی عوام کو آئینی طور پر مہیا کیے گئے بنیادی حقوق فوری طور پر معطل کردیے گئے۔ اس عمل کا مقصد یہ اختیار حاصل کرنا تھا کہ حکومت ایٹمی پالیسیوں اور ان کے نتیجے میں بین الاقوامی معاشی پابندیوں کے خلاف سیاسی اور سماجی جماعتوں کی طرف سے رائے عامہ ہموار کرنے پر پابندی لگا سکے۔ ان دھماکوں کے بعد جو متعدد اقدامات کیے گئے ان میں تازہ اقدام پندرہویں ترمیم (شریعت بل) کا نفاذ بھی شامل ہے۔ ان سب اقدامات کے ذریعے ریاست کے جبرو تشدد میں اضافہ ہوا اور ایک منصفانہ اور انسانی احترام پر مبنی معاشرے کی نفی کی گئی اور علاقائی خودمختاری اور حکومتی اختیارات میں شرکت کے حق کی بھی نفی ہوئی۔ یہ سارے اقدامات ایک منصفانہ نظام پر استوار پاکستان کی طرف پیش قدمی کے برعکس ہیں۔

اختلاف رائے کو دبانے کی کوششوں کے باوجود پاکستان اور ہندوستان میں بڑے پیمانے پر ایٹمی پھیلاؤ کی شدید مذمت کی گئی ہے۔

ایٹمی دھماکوں کی مذمت اور امن کی کوششوں کو منظم کرنے کے لئے شہری گروپوں، ٹریڈیونینوں، سیاسی جماعتوں، پروفیشنل گروپوں، طلباء، نوجوانوں، ماہرین تعلیم، معیشت دانوں، صحافیوں، دانشوروں اور ماہرین ماحولیات نے مہم شروع کردی ہے۔ ابتداء میں ان کوششوں میں کوئی رابطہ نہ تھا کیونکہ یہ فوری ردعمل کے نتیجے میں قائم ہو رہی تھیں۔ لیکن جلد ہی یہ احساس پیدا ہوگیا کہ بڑے پیمانے پر رائے عامہ کو ہموار کرنے کی غرض سے آپس میں متحد ہونے کی ضرورت ہے اور اس احساس کے تحت عملی کاوشوں کا آغاز ہوگیا ہے۔

ایٹمی دھماکوں سے پیدا ہونے والا جنون جلد ہی ٹھنڈا پڑگیا اور اب جذبات کو زمین پر موجود تلخ حقائق کا سامنا ہے جو اقتصادی پابندیوں وغیرہ کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ غیرملکی کرنسی کے بینک اکاؤنٹ پر پابندی لگانے کے فیصلے نے عوام کا حکومت پر سے اعتماد ختم کردیا ہے اور جن کے نتیجے میں روپے کی قدر میں کمی ہوئی اور قیمتوں میں بے تحاشا اضافہ ہوا۔ اس صورتحال میں عوام کو ایٹمی دھماکوں کے خلاف متحد کرنے کی کوششوں کو توانائی حاصل ہوئی۔

6 اگست کو ہیروشیما پر Atomic حملوں کے دن کی یاد میں کراچی، لاہور اور اسلام آباد میں عوامی اجتماعات ہوئے۔ ان اجتماعات میں شریک لوگوں کی تعداد سینکڑوں میں تھی اور ہزاروں شہریوں نے ان مظاہرین کو دیکھ کر ان کی کوششوں کی تائید کی۔ اگر اس کو اتحاد نہ کہیں تو بھی یہ اظہار ہمدردی ضرور تھا۔ 9 اگست ناگاساکی پر بمباری کا دن بھی اسی طرح منایا گیا۔

کراچی میں قائم کی جانے والی مشترکہ کمیٹی جس کا نام Action Committee Against Arms Race ہے اس میں 2 درجن سے زیادہ تنظیموں کے ساتھ کچھ معروف لوگ بھی شامل ہیں جو خطہ میں پیدا کیے جانے والے جنگی جنون کے خلاف رائے عامہ منظم کرنے میں مصروف ہیں۔

لاہور میں Action Comittee for People's Rights اور راولپنڈی اور اسلام آباد میں

> ایٹمی ہتھیاروں کی دوڑ شروع ہونے سے پاکستان اور ہندوستان کے عوام کے سیاسی، شہری اور معاشی حقوق پامال ہو رہے ہیں

Citizen's Peace Committee (CPC) اور پشاور میں Citizens for Peace (CP) بھی اس طرح قائم کی گئیں ہیں۔ ان تمام کمیٹیوں نے اپنے اپنے شہروں میں عوامی رابطہ کی مہم شروع کی ہے۔ عوامی اجتماعات، پمفلٹ اور میڈیا کے ذریعے ان کوششوں کا مقصد عام لوگوں کو اس بارے میں آگاہ کرنا ہے کہ پاکستان کی مضمحل معیشت اور ٹوٹتی سوسائٹی پر ایٹمی ہتھیاروں اور ان کی تیاری کی دوڑ کے کس قدر نقصان دہ اثرات مرتب ہوں گے۔

بڑے پیمانے پر پھیلنے والی تباہی تشدد اموات کو روکنے کے لئے کام کرنے کے احساس اور اس عمل میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کی تائید حاصل کرنے کی ضرورت نے اس تمام سلسلے کو ایک قومی تنظیم Pakistan Peace Coalition (PPC) بنانے کی راہ دکھائی۔ پاکستان اتحاد برائے امن (PPC) عہد کرتا ہے کہ

○ وہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر ہر طرح کے ایٹمی ہتھیاروں کی تیاری کی مخالفت کرے گا۔ نیز بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے کی طاقت رکھنے والے دوسرے ہتھیاروں کو بھی دفاع کے لئے ناگزیر ہونے کے تصور کا مخالف ہے۔

○ PPC عالمی سطح پر ایٹمی اسلحہ کو ترک کرنے کی کوشش کرے گا۔

○ اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے تمام تنظیموں سے تعاون کرے گا اور ان کی حمایت کرے گا اور ان کی حمایت حاصل کرے گا جو ان مقاصد کے لئے پوری دنیا میں سرگرم ہیں۔

○ اس سمت میں فوری اقدام کے طور پر PPC جنوبی ایشیاء میں ایٹمی اسلحہ کو ترک کرنے اور امن کے لئے کوشش کرے گا اور یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے علاقے میں کام کرنے والی تنظیموں سے تعاون کرے گا۔

○ پاکستانی حکومت پر دفاعی اخراجات کم کرنے اور انسانی وسائل کی ترقی کے لئے دباؤ ڈالا جائے گا۔

○ پاکستانی معاشرے میں عدم رواداری اور تشدد کے بڑھتے ہوئے رجحانات کا مقابلہ کیا جائے گا۔

○ پاکستانی معاشرے میں عدم رواداری اور تشدد کے بڑھتے ہوئے رجحانات کا مقابلہ کیا جائے گا۔

اگست اور ستمبر ء میں آئی اے رحمان، بینا سرور، شاہ تاج قزلباش، بی ایم کٹی، ایم بی نقوی، عمر اصغر خان، جنیفر بینٹ، ظفراللہ خان اور سعید احمد نے اسلام آباد میں ملاقاتیں کیں اور پاکستان میں امن کی تحریک کے لئے طریقہ کار وضع کرنے پر گفتگو کی۔ اس گروپ نے ایک امن کانفرنس اور دیگر عوامی نوعیت کی سرگرمیوں کے لئے پروگرام وضع کیا۔

PPC اور اس کی معاون تنظیموں نے فیصلہ کیا کہ وہ پرنٹ، الیکٹرانک اور آڈیو ویژن ٹیکنالوجی اور تھیٹر کے ذریعے

○ لوگوں کو ایٹمی اور دوسرے بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کے بارے میں معلومات مہیا کریں گے۔

○ جنگ کے نقصانات اور امن کے ذریعے حاصل کئے جانے والے فوائد کو اجاگر کریں گے۔

○ لوگوں کو امن اور اس سے تعلق رکھنے والے مسائل کے بارے میں معلومات مہیا کی جائیں گی اور امن کی کوششوں کو وسیع کرنے کے لئے حلقہ اثر تشکیل دیا جائے گا۔

امن کے لئے رائے عامہ ہموار کرنے کے لئے پی پی سی اور اس کی معاون تنظیمیں عوامی اجتماعات، سیمینار اور جلسوں کا انعقاد کریں گی۔

PPC اپنی ممبر تنظیموں کی مدد کے لئے امن کے موضوع پر مقامی اور بین الاقوامی ذرائع سے معلومات جمع کر کے ان

باقی صفحہ ۲۳ پر

شہری فوٹو البم

ٹریفک کنٹرول کی ٹیڑھی سمت

کلفٹن میں عبداللہ شاہ غازی کے مزار پر حاضری، روحانی تسکین کا وسیلہ

عزیز بھٹی پارک میں آلودہ پانی کی میکانی صفائی

ترقی یافتہ شہری پسماندگی

نوید حسین

پبلک ٹرانسپورٹ کی زبوں حالی

مسافروں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ٹھونسا جاتا ہے

پاکستان میں ہمیں لاتعداد مسائل کا سامنا ہے۔

صنعتی پیداوار کی سطح انتہائی کم تر ہے جس کی وجہ سے کارکنوں کی سطح بھی پست ہے۔ شرح پیدائش انتہائی زیادہ ہے چنانچہ لوگوں کی ایک بڑھتی ہوئی تعداد ملازمتوں کی تلاش میں سرگرداں ہے اس لئے آمدنی کی سطح انتہائی کم ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم دنیا میں آبادی کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر ہیں۔ آئندہ پچاس برسوں میں ہماری آبادی ۳۵ کروڑ ۸۰ لاکھ ہو چکی ہوگی۔

زندگی کے تمام پہلو مثلاً کام' رہائش' تعلیم' ٹرانسپورٹ وغیرہ کسی ملک کی آمدنی کی سطح سے متعلق ہیں۔ جاپان بہت زیادہ گنجان آباد ملک ہے لیکن پاکستان کے مقابلے میں مذکورہ تمام پہلو بہت بہتر ہیں۔ پاکستان میں مسائل کو گمبھیر بنایا جاتا ہے' آبادی مسلسل بڑھ رہی ہے اور اگر اسے بڑھنے سے نہ روکا گیا تو پھر یہ ملک گھٹنے ٹیک دے گا۔

اگر ہم ٹرانسپورٹ کا ہی مسئلہ لیں تو پھر ہمیں ٹرانسپورٹ کے ساتھ آمدنی کی سطح کو منتھی کرنا پڑے گا۔ دنیا بھر میں ہر فرد کو اپنی آمدنی کے ایک حصے کو ٹرانسپورٹ کی مد میں اپنی جیب سے ادائیگی کرنی پڑتی ہے۔ یہ بات ہر شخص کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگی کہ ٹوکیو' لندن' بیونس آئر' کینیا یا کراچی میں کسی فرد کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے والی ایک جیسی بس کا کرایہ مختلف ہوگا۔ مثلاً لندن میں یہ کرایہ ۱۵ پونڈ (تقریباً" ۱۵۰۰ پاکستانی روپے) ہو سکتا ہے لیکن کراچی میں اسی فاصلے کا کرایہ ۲۰ روپے ہوگا۔ کیوں۔ بسیں ایک جیسی ہیں اور لندن میں مسافر آرام سے بیٹھتے ہیں تو پھر ٹکٹ کی قیمتوں میں اتنا زیادہ فرق کیوں ہے؟

لندن میں پیٹرول کی قیمت کراچی کے مقابلے میں دگنی ہو سکتی ہے لیکن ایک ہی فاصلے کو طے کرنے کے لئے پندرہ سو روپے اور ۲۰ روپے کا فرق کیوں ہے؟ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ بس ڈرائیور کی تنخواہ کراچی کے بس ڈرائیور کے مقابلے میں ۲۰ گنا زیادہ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ لندن میں ڈرائیور ٹریفک کے تمام قوانین' قواعد و ضوابط کی پاسداری کرتا ہے۔ اس حقیقت سے بالاتر ہو کر وہ یہ کام کرتا ہے کہ اس کا مالک اسے کیا کہتا ہے؟ کراچی میں بسوں کی حالت تباہ ہوتی ہے۔ ان کا انجر پنجر ڈھیلا ہوتا ہے۔ اس میں مسافروں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ٹھونسا جاتا ہے۔ وہ انتہائی تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اوور ٹیکنگ کرتی ہیں۔ اس کے باوجود ٹکٹوں کے درمیان اتنے واضح فرق کی تشریح نہیں ہوتی۔

یہ بات ضرور ہے کہ لندن میں بس ڈرائیور اپنی جیب میں ہر ماہ ہزار پونڈ (ایک لاکھ روپے) نہیں بھرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک لاکھ روپے بلاواسطہ یا بالواسطہ ان چیزوں پر خرچ ہوتے ہیں جو زندگی کو گزارنے کے قابل بناتی ہیں بہتر تعلیم' رہائش اور دیگر چیزوں کے علاوہ سڑکوں پر ٹریفک بھی بہتر ہوتی ہے۔ آپ پوچھ سکتے ہیں کہ یہ ٹریفک کو کس طرح بہتر بناتی ہے۔ یہ ٹریفک کو بہتر اس طرح بناتی ہے کہ ایک لاکھ روپے پر ہونے والی آمدنی پر ٹیکس لگتا ہے جس کا ایک چھوٹا سا حصہ ٹریفک پلاننگ ڈپارٹمنٹ' سڑکوں پر موجود پولیس والوں کے لئے اچھی تنخواہوں اور شہری پلاننگ بیورو کے لئے بہتر سہولتوں پر خرچ ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ٹیکسوں کو ہر ایک کے لئے بہتر تنخواہ پر

خرچ کیا جاتا ہے۔ نتیجے میں جب ہر ایک شخص کو اچھی تنخواہ ملے گی تو اس کا معیار زندگی بھی بہتر ہوگا۔ ٹکٹوں کے درمیان فرق کا تعلق معاشرے کی آمدنی کی سطحوں سے ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں آمدنی کی سطحیں انتہائی کم ہیں اور حکومت بھی ٹرانسپورٹ کی قیمتیں کم رکھنے پر دباؤ ڈالتی ہے۔ اس لئے ٹرانسپورٹ کی قسم چاہئے کوئی بھی ہو وہ بس ہو یا رکشہ یا ٹیکسی ہو۔ کم سے کم قیمت پر چلتی ہے۔ مثال کے طور پر یو اے ای میں ٹیکسی ڈیوٹی فری ہے اور پیٹرول کی قیمت بھی پاکستان کے مقابلے میں ایک تہائی ہے لیکن ان کا کرایہ پاکستان کے مقابلے میں زیادہ ہے کیوں؟ اس حقیقت سے قطع نظر کہ پاکستان میں ٹیکسی بہ مشکل ہی سڑکوں پر چلتی ہے لیکن وہ مسافروں کو ضرور لے کر چلتی ہے جو اس کا کام ہے۔ غیر ممالک میں ہماری بہت سی گاڑیاں سڑک پر چلنے کے لئے ممنوع قرار دی جاسکتی ہیں کیونکہ وہ بہت دھواں اگلتی ہیں یا پھر وہ سڑکوں پر چلنے کے قابل نہیں ہیں۔

روڈ ٹرانسپورٹ کو بہتر بنانے کے دو واضح طریقے ہوسکتے ہیں۔ پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ حکومت ٹرانسپورٹ کی قیمت میں کمی کرنے کے لئے امداد دے تاکہ پھر مسافر اور حکومتی امداد مل کر مناسب ٹکٹ کی تخلیق میں حصہ لے سکیں اور مسافر آرام دہ سفر کرسکیں ہماری معاشی صورت حال کے باعث یہ ایک مشکل امر ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حال ہی میں حکومت نے کراچی ٹرانسپورٹ کارپوریشن کو بند کردیا ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر ہم کسی طرح اپنی آبادی کو کنٹرول کرنے میں کامیاب ہوجائیں اور ہماری آمدنی میں کافی اضافہ ہوجائے تو ہم بہتر ٹرانسپورٹ کے زیادہ ادائیگی کرسکتے ہیں۔ ان دو طریقوں کے علاوہ دیگر تمام کوششیں سڑکوں پر ہمارے مصائب میں اضافہ ہی کریں گی اور وقت کے ساتھ ساتھ

□ ہمیں ٹرانسپورٹ کی آمدنی کو بھی جوڑنا ہوگا

□ بڑھتی ہوئی آبادی پبلک ٹرانسپورٹ کی ابتری کا ایک سبب ہے

□ پیٹرول کی قیمت بڑھ جاتی ہے مگر حکومت کرایوں کو کم رکھنے پر اصرار کرتی ہے

صورت حال بد سے بدتر ہوتی جائے گی۔

ہماری سڑکیں بھی ماہر ٹریفک پولیس کے کنٹرول میں نہیں ہیں۔ سڑکیں ہر طرح کی ٹرانسپورٹ سے اٹی پڑی ہیں جہاں بسیں یا ٹرک جو آہستہ چلتے ہیں سڑک کے دائیں جانب ہوتے ہیں۔ اکثر سڑکیں تجاوزات سے چھپ جاتی ہیں۔ ہم ٹریفک پولیس کو کس طرح مورد الزام ٹھہرا سکتے ہیں جبکہ ان کی تنخواہیں بھی بہت کم ہیں۔ انہیں کسی کار ڈرائیور سے رشوت لینے پر الزام کیوں دیا جائے کیونکہ ٹریفک پولیس مین یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ کبھی بھی کار کا مالک بننے کی استطاعت نہیں رکھ سکتا۔

مثال کے طور پر جب ڈالر کی قیمت چالیس روپے تھی تو ایک پولیس والے کو ایک دن میں تین ہزار تین سو روپے مل جاتے تھے اور اب بھی اس کو اتنے ہی روپے ملتے ہیں لیکن اب ڈالر کی قیمت پچاس روپے ہے دوسرے الفاظ میں پولیس والا تو غریب سے غریب تر ہورہا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ ہم سبھی غریب ہورہے ہیں۔

یہ بات آپ کے لئے قابل دلچسپی ہوسکتی ہے کہ جنوبی ایشیا میں قابل قبول سطح سے آٹھ گنا زیادہ فضائی آلودگی ہے۔ نئی دہلی میں آلودگی خطرناک حد تک بڑھ چکی ہے اور ہر سال دس سے بارہ ہزار افراد اس آلودہ فضا میں سانس لینے کے باعث مرجاتے ہیں اور دوسرے متعدد اقسام کی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ سپریم کورٹ آف انڈیا نے اس صورت حال کا ازخود نوٹس لیا اور آلودگی و ٹریفک پر قابو پانے کے لئے رولنگ دیں۔ وہ تمام بسیں جو گزشتہ دس برسوں سے سڑکوں پر چل رہی تھیں ان کا نئی دہلی میں چلنا ممنوع قرار پایا۔ کاروں کو بھی ہر سال فٹنس ٹیسٹ دینا لازمی قرار دیا گیا ہے۔

بھارت کی بسوں میں ایک نیا اضافہ ہوا ہے جس کے تحت ہر بس میں ایک کارڈ ریڈر نصب ہوگا۔ یہ اس پلاسٹک کارڈ سے مشابہ ہے جو ہم ٹیلی فون کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ استعمال کنندہ کی استطاعت کے مطابق اس کی قیمت ہوگی۔ مثلاً ایک کارڈ کی قیمت پانچ سو روپے ہے آپ جب بھی بس میں سفر کریں گے آپ کو مشین میں اپنے کارڈ کو پنچ کرنا ہوگا۔ کارڈ میں سے اس فاصلے کا کرایہ خود بخود کاٹ لیا جائے گا۔ جب اس کارڈ کی قیمت ختم ہوگی تو آپ کو نیا کارڈ لینا ہوگا۔ اس طرح بس کے مالک کو ہر روز وہی ملے گا جو اس نے کمایا ہے۔ کنڈیکٹر کوئی گھپلہ بازی نہیں کرسکے گا اور حکومت کو بھی اس کے ٹیکس ملتے رہیں گے۔ کنڈیکٹر بس میں ہو تو بس کا مالک اور حکومت دونوں ہی مالی طور پر گھاٹے میں رہتے ہیں۔

مختصر یہ کہ ہم سب کو مل کر بیک وقت دیگر چیزوں پر قابو پانے کی کوششیں کرنی ہوں گی مثلاً تعلیم، اپنی تنخواہ کی سطح کو بڑھانا اور اپنی رہائش کو بہتر بنانا۔ اس کے بغیر سڑکوں پر ٹریفک کو بہتر بنانے کا کوئی طریقہ نہیں ہے بہ صورت دیگر ہماری قوم کو آخر تباہی و بربادی کا سامنا ہوگا۔ پھر پاکستان میں ہنگاموں کے دوران وین، ٹیکسی یا رکشہ جلائے جاتے ہیں۔ انشورنس نہیں ہوتا۔ چنانچہ ٹرانسپوٹروں کو ہی اس نقصان کو برداشت کرنا پڑتا ہے جبکہ دوسرے ممالک میں ٹرانسپورٹ کو انشورنس کی سہولت حاصل ہوتی ہے۔

ٹرانسپوٹروں کو ہماری یہ تجویز ہے کہ وہ انشورنس کو ترقی دیں۔ انشورنس کی مد میں وہ جو رقم جمع کریں اسے زیادہ منافع بخش اکاؤنٹ میں جمع کرایا جاسکتا ہے۔ اس طرح نقصان کی تلافی ممکن ہوسکے گی۔ انشورنس کی رقم اس اسکیم میں شرکت کے خواہش مند ہر فرد سے جمع کی جاسکتی ہے۔ بسوں اور ٹیکسیوں کا معائنہ انشورنس کے ماہرین کرسکتے ہیں جو سڑکوں پر چلنے والی گاڑی کی قیمت جانتے ہیں اور

باقی صفحہ ۱۴ پر

فرحان انور

رہائشی سہولتوں کی سہل فراہمی

ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے

پندرہ برس سے زیادہ عرصہ ہوگیا جب ہیبیٹٹ-I کانفرنس نے ترقی پذیر ممالک کے شہری آبادیوں کو درپیش اہم مسائل میں سے ایک اہم مسئلے' رہائش کی نشاندہی کی تھی۔

نو آبادیوں کی پالیسیوں کے سب سے اہم مقاصد تو ضرورت ایسے لوگوں کو سر چھپانے کے لئے جگہ اور ترقی کے بنیادی ڈھانچہ اور خدمات کی فراہمی ہے جن کی انہیں ضرورت ہے اور ان خدمات کی فراہمی ان کی ضرورت کے مطابق ہونی چاہئے اور اس مالی یا سماجی قیمت پر ہونی چاہئے جو وہ برداشت کرنے کی سکت رکھتے ہوں۔ سماجی انصاف کا انحصار اس طریقے پر ہے جس کے تحت یہ سہولتیں آبادی کے درمیان تقسیم ہوتی ہیں اور کس حد تک دستیاب ہوتی ہیں۔

ریاست کی ایک بہت ہی بنیادی ذمہ داری لوگوں کو مناسب رہائش یا پالیسی اقدامات کے تحت آسانیاں فراہم کرنا ہے۔ نجی سیکٹر میں ہاؤسنگ انڈسٹری کی نشوونما اس طریقے پر ہونی چاہئے کہ ایک آدمی کی پہنچ مناسب رہائشی مکان تک آسانی سے ہوسکے۔ اس مقصد کے حصول کے مختلف طریقے ہیں قابل استطاعت شرح پر زمین کی دستیابی' آسانی سے قابل انتظام قرض کا طریقہ کار کی موجودگی اور

ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن سے قرضے حاصل کرنے کے طریقے کو سادہ اور بہتر بنانے کی گنجائش ہے

تعمیراتی سامان کی قیمتوں پر کنٹرول وغیرہ ایسے ہی چند طریقے ہیں۔

بہت سے ترقی یافتہ ممالک مثلاً ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ہر سال ہونے والے نئے رہائشی یونٹس حکومت شماریات کے طور پر ظاہر کرتی ہے اور یہ قومی معاشی ترقی کی علامت ہیں کیونکہ یہ اعداد و شمار معاشرے کی بڑھتی ہوئی خوشحالی کی نشاندہی

بھی کرتے ہیں اور بہت سی معاشی سرگرمیوں کا ہاؤسنگ انڈسٹری' معاشی اور صنعتی ترقی سے بہت قریبی تعلق ہے۔ نتیجے میں روزگار کی سطح بڑھتی ہے اور ظاہر بھی کرتی ہے۔ چنانچہ ملک کی مجموعی معاشی ترقی میں ہاؤسنگ انڈسٹری کی اہمیت بہت نمایاں ہے۔

رہائشی مکانات کی ترقی کے مختلف

حصوں کو بھی حوصلہ افزائی ممکن ہے معاشرے کے کم آمدنی والے گروہوں سے لے کر متمول طبقے کی ضروریات کو پورا کریں گے۔ ترقی پذیر اور تیسری دنیا (جس کا حصہ ہم بھی ہیں) میں ابھرتے ہوئے مختلف ترقیاتی ماڈلوں کی واضح نشاندہی ہوسکتی ہے جو ریاست کی فراہم کردہ "زمین و خدمات" کی سہولتوں سے لے کر "اپنی مدد آپ" کے ماڈلوں تک پھیلی ہوئی ہے اور ترقی کے ماڈل ہیں۔

کراچی شہر کی مثال لیں تو ہماری بنیادی ترقی کی ایجنسی کراچی ڈویلپمنٹ اتھارٹی (کے ڈی اے) تقریباً ۲۵ برسوں میں ایک مناسب رہائشی اسکیم کو تکمیل تک نہیں پہنچا سکتی ہے۔

ان کے دفاع میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مددگار بنیادی ڈھانچہ خصوصاً تیز رفتار شہری ٹرانزٹ کے لئے سہولتوں کو عملی شکل کبھی نہیں دی گئی حالانکہ شہری ضلع کے محیط میں مستقل رہائشی منصوبوں کے لئے یہ بہت اہمیت کے حامل ہیں۔

ریاست "مہیا کرنے والوں" کے کردار کی غیر حاضری میں نجی انٹرپرائز نے اس خلا کو پر کیا۔ بلڈرز بڑے طمطراق سے میدان میں داخل ہوئے اگرچہ کہ بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے رہائش مہیا کرنے کے ان کے مثبت کردار سے انکار ممکن نہیں ہے لیکن زمین کے استعمال کے قواعد و

ضوابط کی خلاف ورزی کے باعث مقامی ماحول بری طرح متاثر ہوا جو تشویش کا معاملہ ہے اور معاشرے میں سنجیدہ بحث کا متقاضی ہے۔ مضافاتی ترقی کی غیر موجودگی میں اندرون شہر اور پہلے سے ترقی یافتہ بستیوں و محلوں پر بہت زیادہ دباؤ ہے۔

کراچی کا دوسرا چہرہ یا رخ بھی ہے جس کے بارے میں عوام بہت کم ادراک رکھتے ہیں۔ ایک طویل عرصے ترقی پذیر ممالک میں حکومتیں بکھری ہوئی بے ترتیب کچی آبادیوں کو ایک ایسا مسئلہ سمجھتی ہیں جس سے چھٹکارا حاصل کرنا ضروری ہے۔ انہیں سماجی برائیوں کا مرکز اور ریاست ٹیکس ادا کرنے والوں اور قانون کا احترام کرنے والے شہریوں سے واضح طور پر مختلف سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ اس تصور نے ۶۰ کے عشرے کے دوران دنیا کے بہت سے حصوں میں کچی آبادیوں کی صفائی کے منصوبوں کو شروع کرایا۔ آج وہ دن تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں۔ آج یہ کچی آبادیاں قائم رہنے والی افزائش کے مختلف رہائشی نمونے پیش کرتی ہیں جن سے رسمی سیکٹر بہت کچھ اور مزید سیکھ سکتا ہے۔

کراچی کی آبادی کا تقریباً ۴۵ فیصد حصہ غیر قانونی آبادیوں یا کچی آبادیوں میں رہائش پذیر ہے۔ یہ اپنی مدد آپ کے اصول پر خود اپنے آپ ترقی کا نمونہ ہے۔ اس سب سے اہم اورنگی پائلٹ پروجیکٹ ہے۔ یہ محسوس کیا گیا ہے کہ اس علاقے میں مزید مثبت ترقی کرنے کی اہلیت موجود ہے۔

عام آدمی کو رہائش کے لئے قرضہ فراہم کرنے والے ادارے اس مساوات میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ کیا ایچ بی ایف سی جیسے ایک ادارے میں قرضے حاصل کرنے کے طریقہ کار کو مزید سادہ اور بہتر بنانے کی گنجائش ہے تاکہ اس کے پہنچنے میں آسانی ہو؟ یہ ایک اور پہلو ہے جس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اپنے علاقائی پڑوسیوں سے بھی بہت کچھ سیکھا جاسکتا ہے۔

کراچی کی نصف آبادی کچی بستیوں میں رہائش پذیر ہے' یہ آبادیاں منصوبہ بندی کے نقطہ نظر سے پسندیدہ نہ ہونے کے باوجود ایک حقیقت ہیں

بھارت، جنوبی کوریا اور انڈونیشیا میں رہائش کے لئے قرض کے نظام کو ترقی دینے کے لئے نمایاں اقدامات کئے گئے ہیں۔ بھارت میں ہاؤسنگ ڈویلپمنٹ فنانس کارپوریشن (ایچ ڈی ایف سی) کو نجی شعبے میں قرضہ فراہم کرنے والے بنیادی ادارے کی حیثیت سے فروغ دینے سے رہائشی قرضوں کو حد درجہ تحریک ملی ہے۔ اس ادارے کو حکومت کے بہت معمولی یا تعاون کے بغیر ترقی دی گئی ہے۔ آج یہ بھارت میں اولین ادارہ ہے جو رہائشی قرضے فراہم کرتا ہے اور کامیابی کے ماڈل کی حیثیت سے شہرت کا حامل ہے۔

رہائشی قرضے

قرض فراہم کرنے والے کل رسمی

شعبے کا ایک بڑا حصہ بن چکے ہیں چار لاکھ سے زیادہ یونٹوں کو قرض فراہم کیا جاچکا ہے۔

ایچ ڈی ایف سی کو فروغ دینے کے دس برس بعد حکومت نے نیشنل ہاؤسنگ بینک (این ایچ بی) قائم کیا تاکہ ملک میں رہائشی قرضے فراہم کرنے والے ماہر اداروں کے ایک جال کو ترقی دی جاسکے۔ یہ ایک دلچسپ تجربہ ہے کیونکہ این بی ایچ بھی ایک باقاعدہ جماعت کی حیثیت سے عمل کرتی ہے۔ شاید ہمیں بھی اپنے رہائشی شعبے کے اہم اور نظر انداز کئے جانے والے رابطے میں نئی جدت و خیال لانے کی ضرورت ہے۔

بقیہ ⇐ ہاؤسنگ

شہری سی بی ای کے جناب فرحان انور نے سیمینار کے مقاصد بیان کرتے ہوئے کراچی میں ہاؤسنگ سیکٹر کا ایک جائزہ بھی پیش کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ایک بڑھتے ہوئے صحت مندانہ ہاؤسنگ سیکٹر مجموعی طور پر ملک کی خوش حال معاشی ترقی کی نشاندہی کرتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کے ڈی اے کراچی کے شہریوں کو اس خدمت کی فراہمی میں ناکام رہا ہے۔ جبکہ بلڈرز نے اس سلسلے میں اہم کردار ادا کیا ہے لیکن تعمیراتی ٹھیکیدار بھی موجودہ تعمیراتی قوانین کی خلاف ورزی کرنے کے مجرم ہیں۔ انہوں نے ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کے کردار کو بھی موثر بنانے پر بھی زور دیا تاکہ عام آدمی تک اس کی پہنچ بڑھ سکے۔

شہر کے بہت سے علاقوں میں خود رو پودوں کی طرح بے ہنگم اونچی اونچی عمارتوں پر ایک نظر پڑتی ہے۔ یہ محسوس کیا جاسکتا ہے کہ حسن جمال کی اہمیت کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ رہائشی عمارات سمیت اینٹ سمیٹ اور بجری سے تعمیر ہونے والے ڈھانچوں کو آنکھوں کے لئے بارگراں نہیں ہونا چاہئے بلکہ انہیں ماحول کے ساتھ گھل مل جانا چاہئے اور معیار زندگی میں اضافے کا باعث بننا چاہئے۔ تعمیراتی حسن کے بہت سے ڈھانچے کراچی کے لئے سرمایہ افتخار ہیں ان سے زیادہ تر اس کے ماضی بعید سے منسلک ہیں کیا ہم مستقبل میں اس سے ملتی جلتی کارکردگی کی امید کرسکتے ہیں۔ اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ کراچی شہر کے لئے ایک قابل وحدت کی صورت بننے کے لئے رسمی اور غیر رسمی شعبوں کو ایک شراکت داری میں ایک دوسرے سے بہتر رابطہ رکھنا اور تقویت دینی ہوگی۔

(فرحان انور۔ ایڈیٹر شہری نیوز لیٹر)

بقیہ ⇐ ٹرانسپورٹ

بیمہ کی گئی گاڑی کی قیمت بھی اس سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے اگر ہنگامے میں کسی گاڑی کو آگ لگائی جاتی ہے تو مالک کو گاڑی کی مالیت سے زیادہ قیمت نہیں ملے گی۔

عزت و وقار کے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے ہم سب کو زیادہ سے زیادہ آمدنی کی ضرورت ہے۔ کم آمدنی ہر قسم کی بری عادات پیدا کرتی ہے خصوصاً" ایک ایسے معاشرے میں جہاں قانون کی حکمرانی ختم ہوچکی ہو۔ اب یہ ہم پر منحصر ہے خصوصاً" امیر طبقہ اپنا وقت اور پیسہ معاشرے کے سدھار کے لئے فراہم کرے۔ اگر یہ معاشرہ بہتر بننے کا خواہش مند ہے تو ہم سب کو اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے یہ کوشش کرنی ہوگی۔

(نوید حسین رکن انتظامی کمیٹی شہری سی بی ای)

کرسٹوفر فلیون

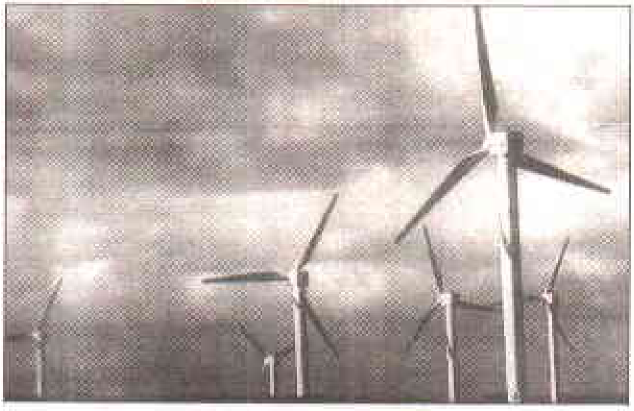

ہوائی چکیاں ہوا کی مانند سبک

شمالی جرمنی کے زرخیز میدانوں میں گزشتہ پانچ برسوں کے دوران ایک نئی فصل اگ رہی ہے۔ باڑوں اور کھیتوں کے درمیان ہزاروں کی تعداد میں ۳۰ میٹر اونچے مینار نظر آتے ہیں جن کے سروں پر فائبر گلاس کے پتلے بلیڈ ہوا میں دھیمے دھیمے گھومتے رہتے ہیں۔ یہ صاف ستھرے چھوٹے چھوٹے پاور ہاؤس کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ یہ جدید ہوائی چکیاں ہوا کی ہلکی سبک لہروں سے بھی مضبوط برقی لہریں پیدا کرنے کے لئے استعمال کرتی ہیں اور علاقے کے کاروبار، تجارت اور گھروں کو بجلی فراہم کرتی ہیں۔ لیکن اس کام کو سرانجام دیتے ہوئے وہ ماحول کو آلودہ نہیں کرتیں۔

انڈونیشیا کے جزیرے جاوا میں ہزاروں دیہی خاندانوں نے چھوٹے نقرئی پینلوں کو اپنے گھر کے قریب کھمبوں پر لگا رکھا ہے۔ یہ کمپیوٹر میں موجود مائیکرو پروسیسر سے ملتے جلتے سیلیکون سیمی کنڈکٹر چپس سے بنے ہوئے ہیں۔ یہ شمسی سیل دھوپ کی توانائی کو بجلی میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ ان لوگوں کی رہائش سے قریب ترین بجلی کی لائنیں بھی ایک دن کی مسافت کے فاصلے پر واقع تھیں۔ یہ آلات بہت سحر آلود محسوس ہوتے ہیں کیونکہ ان کی مدد سے لوگوں نے پہلی بار اپنے گھروں میں بلب روشن کئے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن سیٹ چلائے۔

یورپ ہو، جنوبی ایشیا ہو یا ان کے درمیان مختلف جگہیں ہوں کچھ نہ کچھ نمایاں و قابل ذکر واقع ہو رہا ہے۔ متبادل توانائی کی ٹیکنالوجی خاموشی سے لیکن فیصلہ کن طریقے پر داخل ہوئی ہیں اور تجرباتی تجسس سے تجارتی حقیقت میں بدل چکی ہے۔ سورج کی روشنی، ہوا اور دیگر قابل تجدید ذرائع کو توانائی کی مفید و کم خرچ شکلوں میں تبدیل کر رہی ہے۔ اس کامیابی نے ایک پرشوق امکان پیدا کر دیا ہے۔ بیسویں صدی کے معاشی معجزوں نے اپنا رنگ تو خوب جمایا ہے لیکن مختلف اقسام کے ایندھن اور ماحولیاتی آلودگی نے اس میں بھنگ ڈال دیا ہے۔ اب ایک توانائی کے انقلاب کے سوا کوئی اور نتیجہ نکل ہی نہیں سکتا۔

متبادل توانائی کی ٹیکنالوجی فیصلہ کن طریقے سے داخل ہوئی اور تجرباتی تجسّس سے تجارتی حقیقت میں بدل چکی ہے

ایک اندازے کے مطابق اس اہم تبدیلی کو ظہور پذیر ہوئے سو برس ہو چکے ہیں اس وقت موجود توانائی کے نظام کا بیشتر حصہ ۱۸۹۰ء اور ۱۹۱۰ء کے درمیان ہونے والی ایجادات کے سیلاب کی تخلیق ہے اس مختصر عرصے کے دوران شہروں میں تبدیلیاں آئیں کیونکہ گھوڑا گاڑیوں کی جگہ کاروں اور گیس لیمپ کی جگہ بجلی کے بلب نے لے لی تھی۔ پرانی ٹیکنالوجی صدیوں تک قائم رہی لیکن چند برسوں میں ہی وہ متروک ہو گئیں۔

آج ہم شاید تبدیلی کے ایسے ہی ملتے جلتے موڑ پر کھڑے ہیں۔ حکومتی ترغیبات اور نجی سرمایہ کاری کے اثر آفریں میل اور ٹیکنالوجی کا شکر گزار ہونا چاہئے جو سنتھیٹک مواد استعمال کرتی ہیں اور بائیو ٹیکنالوجی توانائی کی صنعت میں تیزی سے داخل ہو رہی ہیں جو وسیع پیمانے پر نئی مشینیں بنانے کا باعث ہوگا جس سے نہایت صفائی سے اور موثر انداز میں توانائی فراہم ہوگی اور لوگ اس کی بدولت پانی گرم کر کے غسل کر سکیں گے۔ پانی ٹھنڈا کر کے نوش کر سکیں گے حتیٰ کہ انٹرنیٹ پر بھی کام کر سکیں گے۔ یہ انقلاب کم از کم تین بڑے محاذوں تک تو پہنچ چکا ہے۔

عالمی مارکیٹ شمسی توانائی کے لئے ۱۹۸۸ء میں ۳۴۰ ملین ڈالر تھی جو ۱۹۹۶ء میں ۹۰۰ ملین ڈالر تک پہنچ گئی۔ آلات کی قیمت میں کمی کے باعث افزائش کو مہمیز لگی، ۱۹۷۰ء کے عشرے میں ۷۰ ڈالر فی واٹ قیمت تھی جو آج صرف ۴ ڈالر ہے۔ اگرچہ کہ وہ جو برقی قوت پیدا کر رہے ہیں اس کی قیمت بھی روایتی جنریٹروں سے پیدا کی جانے والی توانائی کی قیمت سے کہیں زیادہ ہے۔ دیہی مکانات کے لئے شمسی